25

گورنمنٹ برطانیہ خدا کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے

(فرمودہ ۴ راگست ۱۹۱۶ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی حمد کی کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی۔ جب خدا تعالیٰ اپنا فضل اور احسان کرتا ہے تو پھر اس کی انتہاء مقرر کرنی یا اس کو گننے کی کوشش کرنا نادانی ہوتی ہے دیکھو ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ بارش ہوئی ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کے فضلوں میں سے ایک فضل ہے لیکن کیا کسی کی طاقت ہے۔ کہ اس کے قطرے گن سکے۔ ہرگز نہیں۔ خدا کا ہر ایک جسمانی فضل نمونہ ہوتا ہے روحانی فضل کا۔ اور روحانی فضل جسمانی سے بہت زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ جب جسمانی فضل کا ہی گننا ناممکن ہے تو روحانی فضل کا گننا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ پھر خدا کے فضل کی وہ بارشیں جو روحانی رنگ میں ہوتی ہیں کبھی کبھی خاص طور پر بھی ہوتی ہیں جس طرح سخت تپش اور گرمی کے بعد بہت زیادہ بارش ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانی طور پر جب دنیا میں تپش ہو جاتی ہے تو اس کے بعد روحانی بارش بڑے زور سے برستی ہے اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے۔

کیونکہ انسان اس وقت تک کسی چیز سے خوشی اور راحت محسوس ہی نہیں کرتا۔ جب تک کہ اس کے مقابلہ میں اسے دکھ اور تکلیف نہ پہنچ چکی ہو۔ ایک ایسا فقیر جس کی آنکھیں ہوں وہ کبھی اس بات پر خوشی کا اظہار نہیں کرے گا۔ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ کیسی نعمت دی ہے لیکن اگر اسے کوئی ایک پیسہ دے دے گا۔ تو وہ بہت خوش ہو گا اور دینے والے کا شکریہ ادا کرے گا۔ کیوں؟ اس لئے کہ آنکھیں تو اس کے پاس پہلے سے ہی تھیں۔ اور پیسہ نیا ملا ہے۔ جو کہ اس کے پاس پہلے نہ تھا۔ چونکہ اس کی آنکھیں نہیں گئی تھیں۔ اس لئے اسے معلوم ہی نہیں کہ یہ بھی

کوئی نعمت ہے لیکن جن لوگوں کو موتیا بند ہو جاتا ہے اگرچہ وہ ایک عارضی سی پردہ ہوتا ہے لیکن جو ڈاکٹر اس پردہ کو دور کر دیتا ہے اس کے سامنے اس کی آنکھیں اونچی نہیں ہو سکتیں۔ کس قدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ اکثر لوگ اصل آنکھوں کے بنانے والے کے آگے اپنی گردنیں اونچی ہی رکھتے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے ان کو چھین کر نہیں دیں۔ بلکہ پہلے سے ہی دے رکھی ہیں۔ مگر ایک ڈاکٹر اس وقت آنکھیں بناتا ہے جبکہ ان سے کچھ عرصہ کے لئے چھینی جا چکی ہیں۔ اس لئے اس کے شکر گذار ہوتے ہیں۔ تو یہ ایک عام بات ہے کہ جو چیز پہلے نہ ہو اور پھر ملے۔ اس پر لوگ خوش ہوتے اور اسے نعمت سمجھتے ہیں اور جو پہلے سے ہی انہیں ملی ہوئی ہو۔ اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ خدا تعالےٰ کی بھی یہ ایک سنت ہے کہ ایک زمانہ میں وہ روحانی ترقیات کی طاقت بخشتا ہے مگر کچھ مدت کے بعد لوگوں کو اپنی عادت کے مطابق یہ گھمنڈ ہو جاتا ہے کہ خدا نے ہمیں کیا بنانا تھا یہ سب کچھ ہم نے اپنی عقل سے ہی تجویز کیا ہے گویا وہ اپنی نادانی سے دین کو اپنی ایک ایجاد سمجھ لیتے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں پر بھی جب تصنیفات کا زمانہ آیا تو ان کے لئے خدا اور رسول اڑ کر صرف یہی رہ گیا کہ امام ابو حنیفہ یہ کہتے ہیں۔ امام حنبل یہ فرماتے ہیں۔ یعنی ان کے دلوں میں خدا اور اس کے رسول کا کوئی احسان نہ رہا۔ بلکہ اماموں کا ہو گیا۔ اور وہ یہ سمجھنے لگ گئے کہ اگر یہ امام نہ ہوتے تو آج کچھ نہ ہوتا۔ کہتے ہیں۔ ایک پٹھان نے کسی کتاب میں پڑھا تھا۔ نماز پڑھتے ہوئے ہاتھ نہیں ہلانے چاہئیں۔ ورنہ نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ پھر اس نے کہیں یہ پڑھا کہ آنحضرتؐ نے ایک دفعہ نماز پڑھتے ہوئے کسی کے آواز دینے پر دروازہ کھول دیا۔ تو کہنے لگا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کا نماز ٹوٹ گیا۔ گویا اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک امام کے حکم کے ماتحت لانا چاہا۔ حالانکہ امام ابو حنیفہ وغیرہ جس قدر بھی امام ہوئے ہیں وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشہ چین ہیں اور آپ باغبان۔ امام مالک۔ امام شافعی۔ امام ابو حنیفہ۔ امام حنبل یہ سب آپ کے خوشہ چین اور جاروب کش ہیں۔ آپ کے باغ میں جھاڑو دے کر پھل جمع کر لانے کے علاوہ وہ اور کیا کرتے ہیں۔ مگر نادانوں اور کم عقلوں کے سامنے یہ جھاڑو دینے والے تو ہیں اور پھل پیدا کرنے والا اور ان کو پرورش دینے والا پوشیدہ ہے۔ اس لئے ان کو نہیں دیکھتے۔ ایسے ہی وقت میں خدا تعالےٰ

اپنے دین کو دنیا سے اٹھا لیتا ہے اور اس طرح انہیں بتاتا ہے کہ تم نے خدا اور اس کے رسول کی قدر نہ کی۔ اب بتاؤ تمہارے پاس کیا ہے اگر کچھ رکھتے ہو تو تم میں کوئی ابو حنیفہ پیدا تو ہو۔ کوئی فقیہہ اور زاہد تو دکھلاؤ۔ لیکن وہ کچھ نہیں دکھلا سکتے۔ اس وقت ان کی روحانی امور میں عقلیں ماری جاتی ہیں دنیاوی لحاظ سے تو بال کی کھال کھینچتے ہیں۔ مگر روحانی طور پر ان کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جب دنیا کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ تو خدا کی بارش نازل ہو کر بتاتی ہے۔ کہ دیکھو اب ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ پھر لوگوں کے چہروں پر تازگی اور بشاشت آجاتی ہے۔ وہی لوگ جو مُردہ دل ہوتے ہیں زندہ ہو جاتے ہیں وہ جو دین سے بالکل غافل اور بے پرواہ ہو جاتے ہیں دین پر جان دینے والے بن جاتے ہیں کیونکہ ان کی نگاہیں انسانوں پر نہیں بلکہ خدا پر ہوتی ہیں اور اس وقت ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ؎

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

اس وقت ان کے منہ سے بے اختیار اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ نکلتا ہے۔

لیکن کچھ عرصہ بعد جس طرح ڈاکٹر کے موتیا بند دور کرنے سے اس کا تو احسان یاد رکھا جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کو بھلا دیا جاتا ہے اسی طرح اس روحانی بارش کے بعد بدقسمت لوگ خدا تعالےٰ کو بھلا کر انسانی عقل و فہم پر بھروسہ کر بیٹھتے ہیں ابھی دیکھ لو۔ کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ چند لوگوں نے کہہ دیا۔ مرزا صاحب نے آکر نہیں کیا دیا صرف وفات مسیح کے مسئلہ کو صاف کیا ہے۔ مگر ان نادانوں نے نہ دیکھا کہ ہم میں اور غیر احمدیوں میں کیا فرق ہے۔ اگر یہ غور کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ان میں اور ان میں بہت بڑا فرق ہو گیا تھا۔ کیا ان کے لئے قرآن کریم ایک زندہ کتاب نہ ہو گئی تھی۔ اور کیا ان کے لئے رسول کریمؐ ایک زندہ رسول نہ ثابت ہو گئے تھے۔ پھر کیا جب یہ قرآن کریم پر غور کرتے تو ان کے ذہنوں میں بجلی کی طرح حقائق اور معارف نہیں ڈالے جاتے تھے۔ اور کیا وہ باتیں جو دوسروں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوتی تھیں۔ ان کے لئے عجیب عجیب نکات نہیں ثابت ہوتی تھیں۔ پھر کیا وہی آیتیں جو نعوذ باللہ لغو اور فضول سمجھی جاتی تھیں ان کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرکت ان کے لئے بڑی بڑی حکمت نہیں رکھتا تھا۔ یہ سب کچھ تھا مگر انہوں نے ان باتوں کو اپنی عقل اور سمجھ کا نتیجہ قرار دیا۔ اور یہ کہہ دیا۔

کہ مرزا صاحب کے ذریعہ وفاتِ مسیح کے سوا ہمیں اور کچھ نہیں ملا۔ ان لوگوں کو دیکھ کر تم ان لوگوں کی حالت کا قیاس کرو۔ جو زمانہ نبوت سے بہت دور ہو جاتے ہیں۔ پس جب ان کے منہ سے الحمد للہ نہیں نکلتی۔ تو اللہ تعالےٰ اپنا انعام ان سے چھین لیتا ہے پھر انہیں پتہ لگ جاتا ہے کہ ہماری عقل اور دانائی کچھ کام نہیں دے سکتی۔

لیکن جس طرح بارش کے بند ہونے سے کنوئیں بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح روحانی بارش کے بند ہونے سے تمام روحانی چشمے خشک ہو جاتے ہیں پھر خدا تعالےٰ بارش نازل فرماتا ہے لیکن نادان انسان اصل بھیجنے والے کو پھر بھلا دیتے ہیں۔ غرض خدا تعالےٰ روحانی خشکی کے وقت ضرور روحانی بارش نازل فرماتا ہے اور جو لوگ وہ زمانہ پاتے اور اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں کیونکہ وہ حمد ہی حمد کا زمانہ ہوتا ہے۔ تمام دنیا کے لئے ایک حمد کا زمانہ تو وہ تھا۔ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے پھر ایک یہ زمانہ ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے ہیں اور جس کے پانے کا ہمیں موقعہ ملا ہے۔ اس لئے ہمارے لئے کیا ہی حمد کا زمانہ ہے۔ ہمارے دل سے کیسے جوش کے ساتھ حمد نکلنی چاہیے۔

کیوں؟ اس لئے کہ ہمیں خدا تعالےٰ نے شارع دیا۔ تو ایسا کہ تمام انبیاء اس کے مقابلہ میں طفلِ مکتب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ لِمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ[1]۔ اگر عیسیٰ اور موسیٰ زندہ ہوتے تو وہ بھی میرے ہی مدرسہ میں داخل ہوتے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی کتنی بڑی شان تھی۔ مگر ان کے متعلق بھی آپ نے یہی کہا کہ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو میرے سامنے زانوئے ادب خم کرتے۔ لوگوں نے حضرت موسیٰ اور خضر کا یونہی ایک جھوٹا قصہ بنا لیا ہے۔ اصل بات کچھ اور ہے۔ لیکن حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے پاس کشف میں خضر آیا۔ انہوں نے اسے کہا کہ مجھے بھی موسیٰ نہ سمجھ لینا کہ تمہاری بات نہ سمجھ سکوں گا۔ میں محمدی سلسلہ کا فرد ہوں میں ان باتوں سے خوب واقف ہوں[2] اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کشف میں ہی دکھایا گیا تھا جس طرح حضرت موسیٰ

---

[1] ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ حاشیہ الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۲ [2]

کو خضر کشف میں دکھائی دیا تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ خضر ملائکہ کے رنگ میں تھا۔ اسی طرح عبدالقادرؒ کو بھی کشف میں نظر آیا۔ مگر انہوں نے کہا کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اس لئے تیرا اثر مجھ پر نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی ایک رنگ ہوتا ہے۔ لوگوں نے اپنی نادانی سے خضر کچھ اور سمجھا ہوا ہے۔ مگر انہوں نے قرآن کریم کی آیات پر غور نہیں کیا اور نہ اس واقعہ کی حکمت اور اصلیت کو سمجھا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں اور کسی کا درجہ نہیں ہے۔ بلکہ باقی سب انبیاء کا آپؐ سے استاد شاگرد جیسا تعلق ہے اسی لئے آپ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے لئے فرمایا کہ اگر وہ بھی زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے۔ اتباع اسی وقت کی جاتی ہے جبکہ بہت بڑا فرق ہو۔ تو خدا نے ہمیں ایسی شان کا رسول دیا پھر کون ہے جس کے منہ سے بے اختیار الحمد للہ رب العالمین نہ نکلے۔

پھر قرآن کریم ایسی مکمل کتاب دی۔ کہ جس کا کوئی لفظ کوئی حرکت کوئی نقطہ بے موقع نہیں ہے بلکہ ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرکت میں ایسی حکمت اور معرفت بھری ہوئی ہے۔ کہ انسان اگر غور کرے تو ساری عمر اسی میں مست رہے اور کوئی چیز اس کی توجہ کو دوسری طرف نہ کھینچ سکے۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسا شارع نبی اور قرآن کریم ایسی کامل کتاب ہمیں دی گئی۔

پھر خدا تعالےٰ نے ہم پر یہ کتنا فضل کیا کہ اس تاریکی اور ظلمت کے زمانہ میں جس میں ایسے نبی اور ایسی کتاب کو لوگ چھوڑ بیٹھے تھے۔ مسیح موعود علیہ السلام ایسا ہادی اور راہ نما بھیج دیا۔ جس کی نسبت ہر زمانہ میں ہزار ہا ولی ترستے چلے گئے۔ بلکہ جس کے زمانہ کو دیکھنے کی بعض انبیاء نے بھی خواہش کی۔ کیونکہ آپ کا زمانہ خاص فتوحات کا زمانہ تھا۔

اللہ تعالےٰ تو چونکہ سب کا خدا ہے۔ اس لئے میں نے اس کا نام نہیں لیا لیکن اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جس طرح جلوہ فرمایا ہے اس طرح پہلے کسی نبی کے ذریعہ نہیں فرمایا۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ایسا خدا ملا۔ جیسا کسی کو نہیں ملا۔ یہ سب اللہ تعالےٰ کے فضل ہیں جو ہم پر ہوئے ہیں اسی لئے قرآن کریم کو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کیا گیا ہے۔

اسی طرح ہم پر خدا تعالےٰ کے دنیاوی رنگ میں بھی بڑے فضل ہوئے ہیں۔ ہم سے پہلی قوموں نے بڑی بڑی تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائی ہیں دیکھو حضرت مسیح جس وقت آئے تو گو انہوں نے تلوار نہ اٹھائی اور نہ ان کے مقابلہ میں اٹھائی گئی۔ مگر یہودیوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ مگر تم اپنے مسیح کو دیکھو۔ آپ کو خدا تعالےٰ نے ایک ایسی سلطنت میں پیدا کیا کہ آپ کا کوئی بڑے سے بڑا مخالف بھی بال بیکا نہ کرسکا۔ آپ اسی سلطنت میں بیٹھ کر تبلیغ کرتے رہے اور تبلیغ بھی نہ صرف اوروں کو بلکہ اسی سلطنت اور شہنشاہ کو۔ پہلے زمانوں میں کیا مجال تھی کہ کوئی بادشاہ کو تبلیغ تو کرسکے۔ یہ بہت بڑی گستاخی اور بے ادبی سمجھی جاتی تھی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کو ایک خط لکھا جس میں اسے اسلام کی طرف بلایا اور کہا کہ اگر اسے قبول کرو گی تو آپ کا بھلا ہوگا۔ یہ سنکر بجائے اس کے کہ ان کی طرف سے کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار کیا جاتا۔ اس چٹھی کے متعلق اس طرح شکریہ ادا کیا گیا۔ کہ ہم کو آپ کی چٹھی مل گئی جسے پڑھ کر خوشی ہوئی۔ یہ سب اللہ تعالےٰ کے احسان اور فضل ہیں۔

ہر ایک مومن کو چاہیئے کہ ان کی قدر کرے کیونکہ جو شخص ابتدا میں الحمد کہتا ہے اس کا انجام بھی الحمد پر ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یونس : ۱۱) کہ مومن جس طرح شروع میں حمد کرتے ہیں اسی طرح انجام کار بھی ان کے منہ سے یہی نکلتا ہے کہ الحمد للہ رب العالمین۔ بہت لوگ ہوتے ہیں جو اپنی پہلی عمر میں خدا تعالےٰ کا شکر اور حمد کرتے ہیں۔ لیکن جب بوڑھے ہوتے ہیں تو ان کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ایک مومن جس طرح خدا کی حمد کہتے کہتے بالغ ہوتا ہے اسی طرح جانکنی کے وقت بھی اس کے منہ سے یہی نکلتی ہے وہ کبھی مصائب اور آلام میں اس طرح گرفتار نہیں کیا جاتا۔ کہ اس کے منہ سے حمد نہ نکلے کیونکہ اس کے سامنے اللہ تعالےٰ کے بہت سے انعام ہوتے ہیں۔ ان کی وہ قدر کرتا ہے پس جو کوئی اللہ تعالےٰ کے انعام حاصل کرنا چاہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زبان پر حمدِ الٰہی جاری رکھے۔ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں ملا۔ ہمیں فلاں تکلیف ہے فلاں مصیبت ہے ان کو دیئے ہوئے انعام بھی خدا تعالیٰ واپس لے لیتا ہے۔ غالب اُردو کا ایک شاعر گزرا ہے۔ تھا تو وہ شرابی۔ مگر

اس کے کلام میں بعض باتیں عجیب بھی پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں سعادت بھی تھی۔ کیونکہ کہیں کہیں اس کے شعروں سے پتہ لگتا ہے۔ کہ وہ اپنا معشوق خدا تعالٰے کو قرار دیتا ہے۔ ہمیں اس پر بدظنی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں خدا تعالٰے کی محبت اور الفت ہو۔ وہ ایک شعر میں کہتا ہے۔ ؎

ترے بے مہر کہنے سے وہ تجھ پر مہرباں کیوں ہو

کہ مَیں خدا کو بے مہر۔ بے مہر کہتا ہوں۔ تو پھر وہ مجھ پر مہربانی کیوں کرے۔ تو جو بندہ خدا تعالٰے کی حمد نہیں کرتا۔ بلکہ یہ کہتا ہے کہ خدا نے مجھے کیا دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس پر جو انعام کیا ہوتا ہے۔ وہ بھی چھین لیتا ہے جب انعام چھن جاتا ہے تب اسے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ پر فلاں انعام تھا۔ فلاں تھا۔ تو اللہ تعالٰے کے مزید انعام حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی حمد جاری رکھی جائے اور جو نعمتیں اس کی طرف سے ملی ہیں ان کے شکریہ میں بے اختیار الحمد للہ رب العالمین نکلے۔

مَیں نے بتایا ہے۔ کہ اللہ تعالٰے کی بے شمار نعمتوں میں سے یہ حکومت برطانیہ بھی ایک نعمت ہے بعض نادان اور کم عقل ہیں جو اس کے ماتحت رہتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں فلاں فلاں حقوق نہیں دیئے گئے۔ ہمیں فلاں اختیارات نہیں سپرد کئے گئے۔ یہ نہیں دیا۔ وہ نہیں دیا۔ لیکن انہیں پتہ تب لگے۔ جب کہیں باہر جا کر دیکھیں۔ یہاں تو وہ کہہ لیتے ہیں کہ ہمیں فلاں حقوق نہیں دیئے گئے۔ ہماری فلاں بات نہیں مانی گئی۔ مگر کسی اور جگہ اتنا کہنے کی بھی اجازت نہیں پائیں گے اور یہ کہنے پر پکڑ کر قید کر دیئے جائیں گے۔ یہاں تو جلسے ہوتے اور بعض اوقات گورنمنٹ کے خلاف بھی تقریریں کرتے ہیں اور بعض اخباروں میں سخت سخت الفاظ بھی استعمال کرتے ہیں لیکن گورنمنٹ بہت کچھ برداشت کر جاتی ہے اور جب تک فتنہ و فساد کا ڈر نہ ہو دخل نہیں دیتی۔ ایسے وقت میں اس کے لئے دخل دینا ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ اگر اس وقت بھی دخل نہ دے تو گویا اس میں حکومت کرنے کا مادہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ تو یہ حکومت بھی اللہ تعالٰے کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اس لئے اس کی قدر کرنی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ سورۃ والناس اس گورنمنٹ کے لئے بطور پیشگوئی کے ہے۔ پھر آپ نے

اس کے متعلق یہ دعا کی ہے۔ کہ ؎

تاج وتخت ہند قیصر کو مبارک ہو مدام
ان کی شاہی میں مَیں پاتا ہوں رفاہِ روزگار

اس میں کسی خاص بادشاہ کا نام لے کر دعا نہیں کی گئی۔ کیونکہ بادشاہ تو بدلتے رہتے ہیں اس لئے آپ نے سلطنت کے لئے دعا کی ہے۔

انبیاء کا دل بڑا شکر گذار ہوتا ہے۔ ایک معمولی سے معمولی بات پر بھی بڑا احسان محسوس کرتے ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں جب دن رات چھپتیں تو باوجود اس کے کہ آپ کئی کئی راتیں بالکل نہیں سوتے تھے۔ لیکن جب کوئی شخص رات کے وقت پروف لاتا تو اس کے آواز دینے پر خود اُٹھ کر لینے کے لئے جاتے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے۔ کہ جزاک اللہ احسن الجزاء۔ اس کو کتنی تکلیف ہوئی ہے۔ یہ لوگ کتنی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔ حالانکہ آپ خود ساری رات جاگتے رہتے تھے۔ مَیں کئی بار آپ کو کام کرتے دیکھ کر سویا اور جب کبھی آنکھ کھلی تو کام ہی کرتے دیکھا۔ حتّٰی کہ صبح ہوگئی۔ دوسرے لوگ اگرچہ خدا کے لئے کام کرتے تھے لیکن آپ اُن کی تکلیف کو بہت محسوس کرتے تھے۔ کیوں؟ اس لئے کہ انبیاء کے دل میں احسان کا بہت احساس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خدا تعالٰے کے تمام احسانات کو اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔ الحمد للہ ربّ العالمین کے سوا ان کے منہ سے کچھ نکلتا ہی نہیں۔ پس تم لوگ بھی خدا تعالٰے کے انعامات کو دیکھ کر الحمد للہ رب العالمین ہی کہا کرو۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ گورنمنٹ برطانیہ بھی خدا تعالٰے کا ایک فضل ہے۔ تم لوگ اگر اُس کے لئے شکر کروگے تو یہی نہیں ہوگا کہ تم خدا کے شکر گذار بندے ہوگے بلکہ اللہ تعالٰے کے اور انعامات بھی حاصل کرلوگے میرے خیال میں وہ لوگ جو گورنمنٹ کی مخالفت کرتے اور اس کے احسانات کی ناقدری کرتے ہیں وہ اگر گورنمنٹ کے شکر گذار ہوں تو ان پر خدا تعالیٰ کا فضل ہوجائے اور ان کی مشکلات بھی دور ہوجائیں۔ گورنمنٹ کی آجکل مشکلات کے لئے لوگ جلسے کرتے ہیں۔ لیکن ان سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ کئی لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو دل میں کچھ اور رکھتے ہیں اور زبان پر کچھ اور۔ مگر چونکہ اظہار وفاداری کا یہ بھی ایک طریق ہے۔ اگر ہماری جماعت بھی اس طرح کرے۔

تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اصل وفاداری اور ہمدردی اسی کا نام ہے جو دل سے کی جائے۔ گورنمنٹ چونکہ انسانوں کا مجموعہ ہے اور انسان دل کی حالت کو معلوم نہیں کر سکتے۔ اس لئے جلسے کرنا کوئی معیوب بات نہیں مگر حقیقی وفاداری اسی کا نام ہے کہ گورنمنٹ کے لئے دعا کی جائے۔ اور پوشیدہ طور پر یہ کوشش کی جائے کہ جس طرح اس نے ہمیں موقعہ دیا ہے کہ ہم اپنے دین کی اشاعت کر رہے ہیں اس طرح خدا تعالیٰ اسے موقعہ دے کہ یہ اپنی سلطنت کی توسیع کر سکے۔ اور جس طرح اس نے ہماری دینی رنگ میں حفاظت کی ہے اسی طرح خدا تعالیٰ اس کی دنیاوی رنگ میں حفاظت کرے۔ بلکہ دین میں بھی اسی راستہ پر چلائے جس پر ہم چل رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ موجودہ جنگ دنیا میں عذاب کے طور پر آئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ اس طرح اپنا جلال ظاہر کر رہا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ دعا کرنے سے اپنے جلال کا اظہار چھوڑ دے گا۔ ہاں اس سے یہ ہو گا کہ جب دنیا دعاؤں کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے گی تو پھر اس کو کیا ضرورت ہے کہ ہلاک کرے۔ آپ لوگ دعائیں کریں کہ جس طرح گورنمنٹ نے ہم پر احسان کئے ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ ان پر کرے اور ہمارے دل ہمیشہ اپنے محسن کے لئے شکر گزار ہوں۔ ناشکر گزار نہ ہوں۔ تا خدا تعالیٰ کے اور فضلوں اور انعاموں کے جاذب بن جائیں۔

(الفضل ۱۹ ؍ اگست ۱۹۱۶ء)